در کفے جامِ شریعت در کفے سندانِ عشق
ہر ہوسناکے نداند جام و سنداں باختن

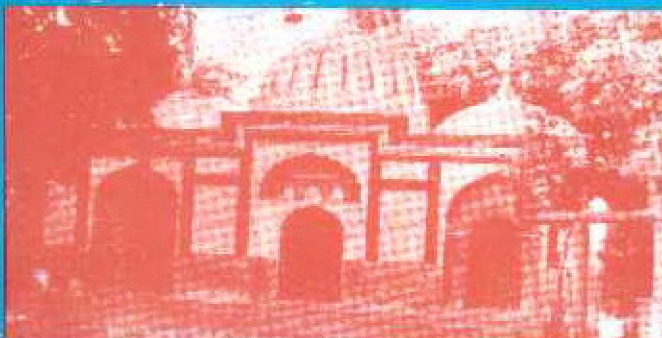

بیادگار

حضرت ابوالبرکات سید حسن قادری گیلانی
رحمۃ اللہ علیہ

پندرہ روزہ

پشاور

الحسن

شاہ محمد غوث اکیڈمی یکہ توت پشاور

شاہ محمد غوث اکیڈمی پشاور کا علمی مجلہ بیادگارِ حضرت ابوالبرکات سید حسن صاحب قادری رحمۃ اللہ علیہ

رجسٹرڈ نمبر پی ۳۶۹ — پندرہ روزہ

الحسن پشاور

مدیر اعلیٰ: فقیر محمد امیر شاہ قادری گیلانی

منتظم اعلیٰ: سید غلام الحسنین قادری گیلانی

شمارہ نمبر ۲۱۱ — جلد نمبر ۱۸

یکم تا ۱۵ اگست سنہ ۲۰۰۱ء — جمادی الاول سنہ ۱۴۲۲ھ

مدیر اعلیٰ (فقیر) محمد امیر شاہ قادری گیلانی نے رضوان پرنٹرز قصہ خوانی بازار پشاور سے طبع کرکے یکہ توت پشاور سے شائع کیا

فہرست مضامین

نمبر شمار	عنوان	مضمون نگار	صفحہ نمبر
۱	شذرہ	اقبال ریاض	۲
۲	نعت رسول مقبول ﷺ	ڈاکٹر خالد عباس الاسدی	۴
۳	تفسیر القرآن الحسنیہ	مدیر اعلیٰ	۵
۴	شہہ لولاک ﷺ مشاہیر کی نظر میں	صوفی مشتاق احمد صدیقی	۷
۵	قطعہ تاریخ (ماہ گل صاحب)	سید یاسر بخاری	۱۴
۶	بد صورت پشاور --- باغات	پروفیسر خاطر غزنوی	۱۵
۷	خواجہ نظام الدین اولیاء رحمۃ اللہ علیہ	پروفیسر غلام سرور رانا	۱۸
۸	مادہ ہائے تاریخ (قیام پاکستان)	محمد عبد القیوم طارق سلطانپوری	۲۹
۹	تبصرہ کتب (تعویذ سحر)	سید محمد انور شاہ قادری	۳۰

شذرہ

یوم آزادی اور ہمارے فرائض

اقبال ریاض

اب جبکہ ہم ۵۴ واں یوم آزادی منا رہے ہیں اس موقع پر ہمیں یہ سوچنے اور غور کرنے کی بھی ضرورت ہے کہ ہم نے ان ۵۴ برسوں میں کیا کھویا اور کیا پایا ہے، کیا قائداعظم نے ہمیں ایسا ہی پاکستان دیا تھا، شاعر مشرق کے مطابق

کہ خونِ صد ہزار انجم سے ہوتی ہے سحر پیدا

ہمیں یہ وطن کسی نے طشتری میں رکھ کر نہیں دیا اور پھر دشمن نے اسے ناکام بنانے اور تباہ کرنے میں بھی کوئی کسر اٹھا نہیں رکھی۔ لاکھوں مسلمانوں کو اس وطن کے قیام کے لئے جامِ شہادت نوش کرنا پڑا، ہزاروں گھر تباہ ہوئے، ہزاروں معصوم بچے نیزوں کی انیوں پر محض اس لئے اچھالے گئے کہ ان کے بڑوں نے پاکستان کا مطالبہ کیا تھا۔ پاکستان تو حاصل ہو گیا لیکن غور کرنے کی بات یہ ہے کہ یہ وطنِ عزیز جو ہمیں اتنی قربانیوں کے بعد ملا ہے جن مقاصد اور جن روایات کو محفوظ رکھنے کے لئے حاصل کیا گیا تھا انہیں فراموش تو نہیں کر دیا گیا۔ ہم نے ایک ایسی متعصب اور شقی القلب قوم سے نجات حاصل کی تھی جو اپنے دیس میں کسی بھی چھوٹی قوم یا اقلیت کی روایات اور تشخص کی آزادی کو برداشت نہیں کر سکتی۔ اس بناء پر وہ پاکستان کے خلاف تھی اور ہے اور اسی بناء پر اس نے اسے آج تک خلوصِ دل سے تسلیم نہیں کیا۔ وہ اپنی ضد پر اب بھی قائم ہے جس کا سب سے بڑا ثبوت کشمیر ہے جہاں وہ مسلمان اکثریت کو زبردستی دبا کر ان کی نسل کشی میں مصروف ہے لیکن ہم ہیں کہ حصولِ پاکستان کے مقاصد اور نصب العین کو ہی فراموش کر بیٹھے ہیں اور ہمیں شاید تاریخ کا وہ سبق بھی یاد نہیں رہا کہ جو قوم اپنے ماضی کو فراموش کر دیتی ہے اور اپنے شہیدوں کی قربانیوں کو بھول جاتی ہے وہ جلد یا بدیر اپنے تشخص اور آزادی کو بھی محفوظ نہیں رکھ سکتی۔

ہم جب قیام پاکستان کے لئے جدو جہد کر رہے تھے تو ہم لاالہ الااللہ کے نعرہ پر متحد تھے اور اس موقع پر شیعہ ، سنی ، وہابی ، بریلوی اور دیوبندی وغیرہ کا کوئی امتیاز نہیں تھا لیکن صرف نصف صدی بعد ہی ہم ایک دوسرے کے خون کے پیاسے ہو گئے ہیں اور مساوات ، اخوت ، بھائی چارے اور اسلام کا پیغام دینے اور اس پر غیروں کو عمل کی دعوت دینے والی قوم کی حالت پر دنیا انگشت بدنداں ہے۔

قائد اعظم کے بقول قدرت نے ہمیں وسائل کے اعتبار سے مالا مال کر رکھا ہے لیکن ہم اپنی کوتاہی، فرض ناشناسی، غلطیوں اور مفادات کے نتیجہ میں ان نعمتوں سے کوئی فائدہ نہیں اٹھا سکے اور اربوں ڈالر کے مقروض ہو کر غیروں کے دست نگر بن گئے ہیں۔ ملک میں سیاسی جماعتوں کی بھرمار ہے، لیڈروں کی کوئی کمی نہیں ہے لیکن مثبت قومی سوچ کا فقدان ہے اور باہمی اختلافات اور کرسیوں کی جنگ کے نتیجہ میں بار بار مارشل لاء آتا رہا ہے۔ سیاسی جماعتوں کی اپنی اپنی ڈفلی اور اپنے اپنے راگ نے معاشرے میں بھی کئی ایک خرابیاں پیدا کر دی ہیں، برائیاں پنپتی جارہی ہیں اور نوجوان نسل کو جو مستقبل میں قوم کی معمار بن سکتی ہے ان خرابیوں اور برائیوں سے بچانے کی کوئی عملی اور مثبت کوشش نہیں کی جارہی۔ ایسے حالات میں یہ سمجھ بیٹھنا کہ پاکستان بنا ہی انہی مقاصد اور اللوں تللوں کے لئے ہے قدرت کے اٹل اصولوں سے لاپرواہی اور انحراف کے مترادف نہیں تو اور کیا ہے ؟

یہ صورتحال جہاں حکومت کی توجہ مبذول کرانے کا تقاضا کرتی ہے وہاں قوم کے مخلص رہنماؤں، دانشوروں، تعلیمی ماہرین، علماء کرام اور معاشرے کے دوسرے قابل قدر بزرگوں سے بھی توقع رکھتی ہے کہ وہ اس سلسلہ میں وقت کے تقاضوں کو نظر انداز نہ کریں اور ہر قسم کے اختلافات اور امتیازات کو بالائے طاق رکھ کر جہاں باہمی اتحاد و اتفاق اور یکجہتی کے قیام کو یقینی بنانے کی جدوجہد کریں وہاں معاشرے کی اصلاح کو بھی نظر انداز نہ کریں کہ یہ قومی مفاد کا تقاضا بھی ہے۔

نعتِ رسول مقبول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم

ڈاکٹر خالد عباس الاسدی

اگر میں عہدِ رسالت مآب میں ہوتا
ضرور حلقۂ عالی جناب میں ہوتا

جو میری سوچ مہکتی ثنا کے پھولوں سے
تو ہر عمل مرا شامل ثواب میں ہوتا

مرے سوال کی لکنت پہ مسکراتے حضور
کرم کا بہتا سمندر جواب میں ہوتا

اگر اعانتِ دیں کے لئے بلاتے حضور
تو میرا ہاتھ بھی دستِ جناب میں ہوتا

میں ایک ایک صدا پر لپٹتا قدموں سے
جو میرا نام بھی شامل خطاب میں ہوتا

میں آنکھ کھول کے پھر خواب کی دعا کرتا
مرا نصیب جو بیدار خواب میں ہوتا

میں جان اپنی نچھاور حضور پر کرتا
مرا بھی ذکر شہیدوں کے باب میں ہوتا

گزشتہ سے پیوستہ

تفسیر القرآن الحسنیہ

مدیر اعلیٰ

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

تِلْكَ الرُّسُلُ فَضَّلْنَا بَعْضَهُمْ عَلٰى بَعْضٍ ۘ مِنْهُمْ مَّنْ كَلَّمَ اللّٰهُ وَ رَفَعَ بَعْضَهُمْ دَرَجٰتٍ ؕ وَ اٰتَيْنَا عِيْسَى ابْنَ مَرْيَمَ الْبَيِّنٰتِ وَ اَيَّدْنٰهُ بِرُوْحِ الْقُدُسِ ؕ وَ لَوْ شَآءَ اللّٰهُ مَا اقْتَتَلَ الَّذِيْنَ مِنْۢ بَعْدِهِمْ مِّنْۢ بَعْدِ مَا جَآءَتْهُمُ الْبَيِّنٰتُ وَ لٰكِنِ اخْتَلَفُوْا فَمِنْهُمْ مَّنْ اٰمَنَ وَ مِنْهُمْ مَّنْ كَفَرَ ؕ وَ لَوْ شَآءَ اللّٰهُ مَا اقْتَتَلُوْا ۫ وَ لٰكِنَّ اللّٰهَ يَفْعَلُ مَا يُرِيْدُ (۲۵۳) يٰۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْۤا اَنْفِقُوْا مِمَّا رَزَقْنٰكُمْ مِّنْ قَبْلِ اَنْ يَّاْتِيَ يَوْمٌ لَّا بَيْعٌ فِيْهِ وَ لَا خُلَّةٌ وَّ لَا شَفَاعَةٌ ؕ وَ الْكٰفِرُوْنَ هُمُ الظّٰلِمُوْنَ (۲۵۴)

ترجمہ: یہ پیغمبر ہیں ہم نے (ان پیغمبروں میں) بعض کو بعض پر فضیلت دی ہے۔ ان میں سے بعض ایسے ہیں جن سے اللہ تعالیٰ نے (اپنی شان کے مناسب) گفتگو کی اور ان میں سے بعض کے درجے بلند کئے اور ہم نے عیسیٰ ابن مریم کو روشن دلائل (معجزات) عطا کئے اور ہم نے روح قدس کے ساتھ اس کی تائید فرمائی اور اگر اللہ تعالیٰ چاہتا تو ان کے بعد آنے والے آپس میں نہ لڑتے اس کے بعد کہ روشن دلیلیں ان کے پاس آچکیں لیکن انہوں نے باہم اختلاف کیا پس ان میں سے بعض ایمان لائے اور بعض کافر ہو گئے اور اگر اللہ تعالیٰ چاہتا تو وہ نہ لڑتے لیکن اللہ تعالیٰ جو چاہتا ہے وہ کرتا ہے (۲۵۳) اے ایمان والو! اس چیز میں سے خرچ کرو جو ہم نے تم کو رزق عطا کیا ہے اس سے پہلے کہ وہ دن (قیامت) آجائے جس میں نہ خرید و فروخت ہو گی اور نہ دوستی اور نہ شفاعت (ہو گی) اور یہ کافر ہیں، یہی ظالم ہیں (۲۵۴)

حل لغت: خلة: دوستی، آشنائی۔

تفسیر: چونکہ بنی اسرائیل کا تذکرہ شروع ہے اسی کے ضمن میں انک لمن المرسلین آپ ﷺ کا ذکر خیر آیا تو اللہ تعالیٰ نے چند پیغمبروں کی فضیلت کا ذکر فرمایا کہ جس طرح موسیٰ علیہ السلام سے اپنی شان کے مناسب اللہ تعالیٰ نے گفتگو کی اور بعضوں کے درجات بلند فرمائے اور عیسیٰ علیہ السلام کے معجزات کا تذکرہ فرمایا اور ان کی تائید، حمایت وہ مدد میں جبرائیل علیہ السلام کا ذکر فرمایا اور پھر بنی اسرائیل کی قوم کا ذکر فرمایا جو کہ ہر پیغمبر کے آنے کے بعد قتل مقاتلے میں مصروف ہو جاتے تھے۔ یہاں پر حضور اکرم ﷺ کا ذکر ان تمام پیغمبروں سے پہلے فرمایا۔ شان اور عزت تو سب پیغمبروں کے لئے زیبا ہے مگر عظمت رحمت للعالمینی، خاتم النبیین سید عالم و عالمین نبی آخر الزمان ﷺ کی اللہ تعالیٰ کے ہاں نرالی شان ہے

حسن یوسف، دم عیسیٰ، ید بیضا داری آنچہ خوباں ہمہ دارند تو تنہا داری

مفسر قرآن سید محمد رفاعی عرب روح القدس کی تشریح فرماتے ہوئے لکھتے ہیں

"اللہ تعالیٰ انبیاء کو روح القدس کے ساتھ مبعوث فرماتا ہے، روح القدس نبی کو حقیقت اشیائے عالم سے باخبر رکھتی ہے۔ روح القدس کا ایک سرا رب تعالیٰ کی طرف اور دوسرا نبی کی طرف ہوتا ہے اسی کے ذریعہ سے نبی پر وحی اور الہام ہوتا ہے"

چنانچہ اسی کو اللہ جل جلالہ بیان کرتا ہے کہ یہ دلائل و براہین کے دیکھ لینے کے بعد بھی نہ سمجھتے تھے اور نافرمانی، عصیان اور پیغمبروں کی تعلیمات کی مخالفت پر کمربستہ رہتے تھے۔ اگر اللہ تعالیٰ ان کے مابین قتل مقاتلے نہ چاہتا اور ان سب کو ہدایت فرما دیتا تو ان کے لڑائی جھگڑے کی نوبت ہی نہ آتی مگر ان کی ناسمجھی اور خود فریبی نے ان کو اندھیرے میں چھپا رکھا، اللہ تعالیٰ جو مناسب سمجھتا ہے وہ کرتا ہے۔ چنانچہ اللہ تعالیٰ کی مشیت کے مطابق ایمان لانے والے ایمان لائے اور کافر ہونے والے کافر ہو گئے لہٰذا اللہ تعالیٰ ہی کی مرضی ہے کہ وہ جسے چاہے اپنی طرف راہ دے اور جسے چاہے اسے گم کردہ راہ کر دے۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ اے ایمان والو! جو کچھ میں نے تمہیں عطا فرمایا ہے اس میں سے میری راہ میں خرچ کرو، غریبوں، ناداروں، بیواؤں اور (باقی صفحہ ۱۷ پر)

گزشتہ سے پیوستہ

شہہ لولاک صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم مشاہیر کی نظر میں

پرنسپل (ریٹائرڈ) الحاج صوفی مشتاق احمد صدیقی

جو انسان آسمانوں اور زمین کی تخلیق اور ان کے اندر پائے جانے والی تخلیقات الٰہیہ کے عجائبات کے انتظام اور انصرام پر غور نہیں کرتا اس کے متعلق خالق اکبر نے قرآن مجید میں یوں ارشاد فرمایا ہے

او لم ینظروا فی ملکوت السمٰوٰت والارض و ما خلق اللہ من شیٔ و ان عسیٰ ان یکون قد اقترب اجلھم (سورہ الاعراف ۸۵)

ترجمہ: کیا ان لوگوں نے غور سے نہیں دیکھا آسمانوں اور زمین کی وسیع مملکت اور اس کے اندر جو کچھ اللہ جل جلالہ نے پیدا فرمایا ہے شاید (اس مجرمانہ غفلت کی پاداش میں) ان کی موت قریب آ گئی ہے۔

جرمنی کے ایک عظیم مفکر آئن سٹائن نے جب کائنات عالم کے حیرت انگیز نظام کے تانے بانے کا مطالعہ بہ نظر غور کیا تو فرطِ جذبات سے مغلوب ہو کر بے ساختہ پکار اٹھا

He who can no longer pause to wonder and stand rapt in awe is as good as dead and his eyes are closed.

وہ انسان جو عجائبات عالم کو دیکھ کر اظہار تعجب کے لئے ٹھہرتا نہیں اور اس پر خشیت اور تقویٰ کی کیفیت طاری نہیں ہوتی وہ مر چکا ہے اور اس کی آنکھیں بصارت سے محروم ہو چکی ہیں۔

جو انسان اپنے حواس سے کام لینے کی استطاعت نہیں رکھتے بالفاظ دیگر حواس ان کے تابع فرمان نہیں ہوتے تو اس کا لازمی نتیجہ یہ ہوتا ہے کہ اس شخص کے حواس مجبوراً طاغوتی طاقتوں کی گرفت میں آجاتے ہیں اور انہی کی مرضی کے مطابق کام کرتے ہیں۔ علامہ اقبال نے حکیمانہ انداز میں اس مسئلہ کی وضاحت یوں کی ہے

ہر کہ بر خود نیست فرمانش روا می شود فرماں پذیر از دیگران

یعنی جو انسان اپنے آپ کو تابع نہیں کر سکتا وہ لازماً دوسروں کا تابع فرمان بن جاتا ہے۔

سطور بالا میں خالق کائنات، رب الارض والسموات کی ذات بابرکات نے اپنے پیارے حبیب ﷺ کی عظمت ورفعت کے بارے میں جن حقائق کا اظہار کیا ہے وہ مسلمانوں کے لئے سرمایۂ افتخار ہے۔ آیئے دیکھتے ہیں کہ حضور سرکار دو عالم ﷺ کے یارِ غار خلیفۂ اول حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ (المتوفی ۶۳۴ء) اپنے آقا و مولیٰ ﷺ کے وصال پر کن حسرت آفریں جذبات کا اظہار فرماتے ہیں

یا عین فابکی ولا تسامی و حق البکاء علی السید

اے آنکھ! آج جی بھر کر رولے اتار و کہ آنسو نہ تھم سکیں، قسم ہے سید عالم ﷺ کے فراق میں رونے کی جتنا کہ رونے کا حق ہے۔

علی خیر خندف عند البلا تامسٰی یغیب فی الملحد

اے آنکھ! خندف کے بہترین فرزند کی جدائی پر آنسو بہا جسے سر شام ہی غم والم کے ہجوم میں گوشۂ قبر میں چھپادیا گیا ہے۔

فصلی الملیک ولی العباد و رب العباد علی احمد

اے دنیا جہاں کے مالک، بادشاہ عالم، بندوں کے والی اور پالنہار! احمد مجتبیٰ ﷺ پر سلام اور رحمت بھیجیو۔

فکیف الحیاۃ لفقد الحبیب و زین المعاشر فی المشھد

اب زندگی کا کیا مزہ، میرا پیارا حبیب ہی بچھڑ گیا ہے وہ جو کارگاہ عالم کے لئے باعث زینت وافتخار تھا۔

فلیت الممات لنا کلنا فکنا جمیعاً مع المھتدی

صد حیف ہے اپنی تیرہ بختی پر کاش موت ہم سب کو ایک ساتھ آتی کیونکہ زندگی بھی تو ہم سب نے ایک ساتھ ہی گزاری۔

سیدنا ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کے درد و کرب میں ڈوبے ہوئے اشعار ایک عاشق صادق کی حرماں نصیبی کا مرقع ہے، ان اشعار میں مسلمانوں کے لئے سبق آموز پیغام ہے۔ سرکار دو عالم ﷺ اگرچہ جسمانی طور نقل مکانی کر کے دنیا سے تشریف لے گئے ہیں لیکن ان کا اسوۂ حسنہ زندہ و تابندہ ہے، جو مسلمانوں کے لئے مشعل ہدایت ہے جسے اپنا کر ہم حضور ﷺ کی غلامی کا حق ادا کر سکتے ہیں، بلا ریب حضور انور ﷺ کا اتباع مسلمانوں کے لئے جزو ایمان ہے لیکن ایمان کی تکمیل اس وقت ہو گی جب محبوب رب العالمین ﷺ کی محبت کائنات کے ہر فرد اور ہر چیز سے زیادہ دلوں میں رچ بس چکی ہو۔ آیئے ایک حدیث مبارک کا مطالعہ کریں جس کے نفس مضمون کی عکاسی مندرجہ بالا تحریر کرتی ہے

عن انس رضی اللہ عنہ قال قال رسول اللہ ﷺ لا یومن احدکم حتی اکون احب الیہ من نعمتہٖ و مالہٖ و ولدہٖ و والدہٖ والناس اجمعین (مشارق الانوار)

ترجمہ: حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا تم میں کوئی اس وقت تک (سچا) مومن نہیں ہو سکتا جب تک کہ میں اسے مال و دولت، باپ بیٹے اور دنیا کے تمام لوگوں سے زیادہ محبوب نہ ہو جاؤں۔

امجد حیدر آبادی اس حدیث شریف کے مطالب یوں بیان کرتے ہیں

آپ کو مال اور رشتوں سے جو رکھے گا فزوں — بے شک ایمان میں امجد وہی کامل ہو گا

مولانا ظفر علی خان نے حب نبی ﷺ کے جذبات کو اچھوتے انداز میں رقم کیا ہے

نماز اچھی، حج اچھا، روزہ اچھا اور زکوٰۃ اچھی — مگر میں باوجود اس کے مسلماں ہو نہیں سکتا
نہ جب تک کٹ مروں میں خواجۂ طیبہ کی عزت پر — خدا شاہد ہے کامل میرا ایماں ہو نہیں سکتا

علامہ اقبال رحمۃ اللہ علیہ نے انتہائی منفرد اور حکیمانہ انداز میں مقام مصطفیٰ ﷺ کی عظمت و تقدس کو خراج عقیدت پیش کیا ہے، فرماتے ہیں

معنی حرفم کنی تحقیق اگر — بنگری با دیدہ صدیق اگر
قوت قلب و جگر گردد نبی — از خدا محبوب تر گردد نبی

علامہ اقبال رحمۃ اللہ علیہ کے کلام میں عشق رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ گہری وابستگی کا جذبہ پایا جاتا ہے۔ وہ مسلمانوں کے دلوں میں محبت و عقیدت کے ولولے پیدا کرتا ہے، وہ مسلمانوں کو اس حقیقت سے آگاہ کرتے ہیں کہ حضور پرُ نور صلی اللہ علیہ وسلم کے اسوہ حسنہ کا اتباع ہمارے قلب و جگر کو ایمان وایقان کی دولت سے مالا مال کرتا ہے۔ یہ حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کے اتباع کا بدیہی نتیجہ ہے کہ ایک گنہگار انسان، انسانیت کے معراج کامل پر پہنچ کو تخلقوا باخلاق اللہ کے رنگ میں رنگا جاتا ہے۔ اگر حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم راہ ہدیٰ کی طرف رہنمائی نہ فرماتے تو انسان کفر و شرک اور اثم و عدوان کی اتھاہ گہرائیوں میں ٹامک ٹوئیاں مار رہا ہوتا اور عزو شرف کے اس بلند مقام پر نہ پہنچ پاتا کہ جہاں خدا بندے سے خود پوچھے بتا تیری رضا کیا ہے۔ اللہ پاک نے اتنے بلند مقامات تک رسائی حاصل کرنے کے لئے قرآن پاک میں راستہ متعین فرمادیا ہے لیکن رحمت للعالمین شفیع المذنبین صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے خلق عظیم کی مدد سے مسلمانوں کو اس منزل مقصود پر پہنچایا کہ جو منشاء الٰہی تھا۔ اسی لئے ایک عاشق صادق کی نظر میں سید المرسلین صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات گرامی کائنات کی ہر چیز حتیٰ کہ خدائے بزرگ سے بھی زیادہ محبوب ہے کیونکہ اسی مقدس ہستی نے تباہی کے گڑھے میں گرتے ہوئے انسانوں کو تھام کر بچایا ہے۔

صدیقانِ باصفا اور سالکان راہ ہدیٰ کے نزدیک توحید و رسالت میزان کے دو پلڑوں کی مانند ہیں۔ دونوں کے متوازن اور متناسب امتزاج سے دین مبین کی عمارت استوار ہے۔ کائناتِ عالم کی تخلیق کرنے والی ذات وحدہ لاشریک ہے یعنی اکیلا ہے اور کوئی دوسرا اس کی فنِ صناعی اور خلاقی میں شریک نہیں ہے۔ وہ مخزن حسن و جمال ہے جس نے لفظ کُن سے حسین و جمیل کائنات کی تخلیق کی اور اس کا صدر نشین خوبصورتی کے ایک ایسے دلربا اور منفرد شہکار کو بنایا کہ جس کی طرح کوئی دوسرا اس نے پیدا ہی نہیں کیا۔ یقیناً وہ ذات تقدس مآب صلی اللہ علیہ وسلم صناعِ ازل جل شانہ کا منتہائے کمال تھا۔ امام اہل سنت شاہ احمد رضا خان بریلوی رحمۃ اللہ علیہ نے انہی خیالات کی ترجمانی یوں کی ہے

لم یات نظیرک فی نظر مثل تو نہ شد پیدا جانا
جگ راج کو تاج تورے سر سوہے تجھ کو شہ دوسرا جانا

یعنی صاحبانِ عقیدت و طریقت کو خالق اکبر کی خوب صورت اور دلفریب کائنات میں شہ خوباں ﷺ جیسی دوسری ہستی نظر نہ آئی اور نظر بھی کیسے آتی کہ خالق ذوالجلال نے اس صاحبِ جمال و کمال جیسی کوئی دوسری ہستی پیدا ہی نہیں کی۔ یہ اسی انفرادی شان کا نتیجہ تھا کہ خلاق جہاں جل جلالہ نے کائناتِ عالم کی بادشاہی کا تاج حضور انور ﷺ کے سر مبارک پر رکھا۔ ہمارا ایمان ہے کہ حضور ﷺ ہی دونوں جہانوں کی بادشاہی کے سزاوار ہیں۔ خالق اکبر نے قرآن پاک میں شہکار کائنات، تاجدارِ حسن و جمال و شہریارِ تقدس و کمال کی صفات بو قلموں اور تجلیاتِ کثیر الجہات کو اکثر مقامات پر وضاحت کے ساتھ بیان فرمایا تاکہ اہلِ ایمان کو روحانی ترقی کی غذا ملتی رہے۔

کبھی تو سردارِ انبیاء کے ظہور اور بعثت کو اللہ جل جلالہ نے مسلمانوں پر احسان اور فضل کے نام سے یاد فرمایا ہے، کبھی حضور اقدس ﷺ کو نور کے درخشندہ نام سے موسوم کیا گیا ہے، کبھی اپنے پیارے حبیب ﷺ کے رخ انور کا بار بار آسمان کی طرف اٹھنا ایسا بھایا کہ رب ذوالجلال نے کائنات میں عبادات کے سلیقے بدل ڈالے، کبھی حضور ﷺ کے دست مبارک سے پھینکی ہوئی ریت کی نسبت اللہ جل جلالہ کے دست قدرت کی طرف کی گئی ہے، کبھی اپنے محبوب ﷺ کی جان پاک کی قسم کھا کر انہیں باور کرایا جاتا ہے کہ لوط کی قوم اپنی بدمستیوں میں پڑی جھوم رہی ہے، کبھی دنیا والوں کو یہ مژدہ جانفزا سنایا جاتا ہے کہ میرا محبوب تمام جہان والوں کے لئے سراپا رحمت بنا کر بھیجا گیا ہے، کبھی فرمایا جاتا ہے کہ رب ذوالجلال اور اس کے فرشتے نبی مکرم ﷺ پر درود و سلام بھیجتے ہیں اور ساتھ ہی مسلمانوں کو تاکید افہمائش کی جاتی ہے کہ وہ بھی اپنے آقا و مولیٰ ﷺ پر درود و سلام کے پھول نچھاور کریں، کبھی تو ان کے نطق مبارک سے نکلی ہوئی بات کو وحیٔ الٰہی سے تشبیہ دی جاتی ہے، کبھی اس مرد بزرگ کو خوشخبری دی جاتی ہے کہ عنقریب انہیں ان کی رضا اور خواہشات کے مطابق وہ کچھ عطا کیا جائے گا کہ انہیں طمانیتِ خاطر

نصیب ہو جائے گی، کبھی تو اپنے محبوب کو مخاطب ہو کر فرمایا "کیا ہم نے آپ کو شرح صدر کی نعمت سے نہیں نوازا یعنی سینہ اقدس کو دینی، دنیاوی اور روحانی اسرار و رموز سے منور نہیں کیا؟ ساتھ ہی یہ خوشخبری بھی سنادی ہے کہ ہم نے آپ کی خاطر آپ کے ذکر کو بلند مقام و مرتبہ عطا فرمایا۔ یعنی جہاں جہاں ہمارا ذکر ہو گا وہاں آپ کا ذکر بھی لازماً ہو گا۔ نماز، روزہ، حج، زکوٰۃ، کلمہ طیبہ، قربانی، جہاد کے دوران غرضیکہ دین مبین کی جملہ دینی عبادات اور دنیوی معاملات کے سارے مناسب اور شعائر میں آپ کا ذکر خیر میرے ذکر کے دوش بدوش ہو گا۔

صلح حدیبیہ کے موقع پر آپ کے دست مبارک پر بیعت کرنے والوں کو یہ نوید سنائی گئی کہ جو لوگ حضور ﷺ کے دست مبارک پر بیعت کر رہے ہیں وہ حقیقت میں اللہ تعالیٰ کے ہاتھ پر بیعت کر رہے ہیں۔ علامہ اقبال رحمۃ اللہ علیہ نے نہایت خوبصورت جامع اور معنی خیز الفاظ میں ان مبارک خیالات کی یوں ترجمانی کی ہے، فرماتے ہیں

ہاتھ ہے اللہ کا بندہ مومن کا ہاتھ غالب و کار آفریں، کار کشا، کار ساز

جب بندہ مومن اطیعوا اللہ واطیعوا الرسول کی شاہراہ کمال طے کر کے عظمت و تقدس کے بلند مقام تک رسائی حاصل کر لیتا ہے تو اس کا ہر عضو رب ذوالجلال کے حکم کے تابع ہو جاتا ہے۔ وہ اپنی خواہش نفسانی کے تحت باتیں نہیں کرتے تھے بلکہ وہی کچھ فرماتے جو خالق اکبر ان سے کہلوانا چاہتا تھا۔ وما ینطق عن الھویٰ ان ھو الا وحی یوحیٰ حضور ﷺ اپنی خواہش نفسانی سے باتیں نہیں بناتے تھے بلکہ وہی کچھ فرماتے جو ان پر نازل ہوتا۔ جس طرح حضور ﷺ کی زبان مبارک رب العزت کے ارشاد کی ترجمانی کرتی تھی اسی طرح سید المومنین ﷺ کے ہاتھ بھی خداوندی عظمت و کمال کے مظہر تھے۔ لہٰذا مصطفیٰ ﷺ کے ہاتھ پر بیعت کرنے کا مطلب یہ ہے کہ صحابہ رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین نے بلا تشبیہ اللہ کے ہاتھ پر بیعت کی۔ لہٰذا وہ ہاتھ جو خداوندی طاقت کا حامل ہو گا اس کے آگے دنیا کی بڑی سے بڑی طاقت ہیچ ہو گی۔ وہ سب پر غالب ہو گا، وہ پیچیدہ سے پیچیدہ کام کو سنوارنے کا ہنر جانتا ہے وہ مبارک ہاتھ عظیم سے

عظیم کام تخلیق کرنے کی صلاحیت رکھتا ہے۔ وہ ہر بگڑے کام کو انتہائی مستعدی کے ساتھ درست کرنے کی استطاعت رکھتا ہے۔

علامہ اقبال رحمۃ اللہ علیہ کے روح پرور، وجد آفرین اور ایمان افروز اشعار کے بعد حضور پُرنور صلی اللہ علیہ وسلم کا ایک عاشق عبدالکریم ثمرؔ وفور ولولہ وکیف سے از خود رفتہ ہو کر حضور رسالت مآب صلی اللہ علیہ وسلم میں یوں ثمر افشاں ہے۔ وجد وانبساط، شوق وتڑپ اور عقیدت ومحبت کا ایک حسین امتزاج ہے جو قلب ونظر کو گرمانے اور روح کو تڑپانے کی سرور انگیز اور روحانیت افروز کیفیات پیدا کرتا ہے، ملاحظہ کیجئے

محمد خالق فکر و عقیدہ ... محمد ہیں رسول برگزیدہ
محمد روح اخلاق حمیدہ ... محمد سر بسر نورٌ علیٰ نور
ملائک صف بہ صف ہیں سر خمیدہ ... شہنشاہ دو عالم کے جلو میں
جہاں کا ہر شمارہ ہر جریدہ ... رسول اللہ کا مدحت کناں ہے
زبان شوق پہ حرف قصیدہ ... لب تحسین پہ ان کا ترانہ
گلستانوں کی تخلیق جدیدہ ... کرم کی نکہتوں سے بے خبر ہے
یہاں نرگس ہے اب تک آبدیدہ ... لب سوسن سے محرم تکلم۔
ابھی ہے عصر حاضر کور دیدہ ... نہیں شان محمد سے شناسا
نہال غم کی شاخ سر کشیدہ ... بہر لمحہ یہاں سایہ فگن ہے
وفور غم سے خاطر ہے کبیدہ ... توجہ اے شہنشاہ دوعالم
متاع بے بہا قلب تپیدہ ... مرا ذہن رسا ہے باب الفت
مئے عرفاں کا لذت چشیدہ ... میں ہوں شعر وادب کے میکدے میں
و لیکن در حضورت بے زبانم

(جاری ہے)

مادۂ سالِ وصال

ماہ گل بی بی رحمت اللہ علیہا

اہلیہ محترمہ مرشدنا و شیخنا حضرت علامہ سید محمد امیر شاہ قادری گیلانی مدظلہ العالی

نتیجہ فکر: سید یاسر بخاری قادری غفرلہ

تاریخ وصال ۲۳ ربیع الاول ۱۴۲۲ھ

ہر نفس حق تعالیٰ کی تسبیح خواں
ہر گھڑی حق کے محبوب کی مدح خواں
لنگرِ غوثِ اعظم کی خدمات میں
روز و شب آپ رہتی تھیں مصروفِ جاں
دشتِ رنج و الم کی کڑی دھوپ میں
اُن کا دستِ دعا سب کا تھا سائباں
داغِ فرقت سے ہم سب ہوئے محوِ غم
ماہ گل جب چلیں سوئے باغِ جناں
کلکِ یاسر نے لکھا یہ سالِ وصال
"صادقہ قانعہ" تھیں وہ "خلد آشیاں"

۴۲۶ + ۹۹۶ = ۱۴۲۲ھ

بد صورت پشاور ---- باغات

پروفیسر خاطر غزنوی

ہمارے گورنر صاحب خوبصورت پشاور کے خواب دیکھ رہے ہیں۔ لیکن خواب خواب ہوتا ہے حقیقت نہیں ہوتی۔ اب پشاور کی خوب صورتی خوابوں کی تعبیر نہیں بن سکتی کہ نیچے کے لوگ اب بھی "کھاپی" رہے ہیں۔ پشاور شہر میں ایسے ایسے بد صورت گھپلے ہو رہے ہیں جو نچلے لوگوں کی جیبوں کو گرما رہے ہیں ورنہ پشاور شہر کے بے شمار مکانات اور دکانوں پر قبضہ گروپ کی حکومت ہے۔ فٹ پاتھ فٹ پاتھ نہیں رہے یہاں دکانوں کے لئے سیڑھیاں بنادی گئی ہیں لیکن پڑوس میں دفتر میں براجمان پشاور میونسپل کارپوریشن والے خراٹے لے رہے ہیں اور خراٹے اس وقت لئے جاتے ہیں جب پیٹ بھر جاتا ہے۔

پشاور ایک زمانے میں باغات کا شہر تھا مغلیہ دور میں ہر بادشاہ ذوقِ لطیف رکھتا تھا اور وہ جانتا تھا کہ شہروں کی خوبصورتی سر سبز قطعات زمین کی مرہونِ منت ہوتی ہے۔ لاہور، دہلی، آگرہ، جودھ پور اور جے پور ایسے شہر تھے کہ ان کا حسن خود کہتا تھا کہ حسن دیکھنا ہو تو یہاں آؤ، عطار کے کہنے پر مت جاؤ، خود دیکھو۔

پشاور بھی ایسے شہروں میں تھا، ہر طرف باغات تھے، پشاور شہر ایک فصیل میں بند تھا لیکن اس فصیل کے چاروں طرف خوبصورت اور کشادہ باغات ہوا کرتے تھے۔ پشاور شہر کی چاردیواری کے اندر بھی چھوٹے چھوٹے باغات ہوتے تھے، گنج، چاہ شہباز، شاہ قبول وغیرہ لیکن شہر کے باہر شاہی باغ، وزیر باغ، نظر باغ، باغ نواب سید خان، صدر کا وہ باغ جو مغلوں کے عہد سے قائم ہے پہلے بہت وسیع ہوتا تھا پھر یہاں کمشنر "صاحب بہادر" کی کوٹھی بنادی گئی۔ فوجی رہائشی بارکیں بن گئیں اور "کمپنی بہادر" کا باغ بن گیا جسے پاکستانیوں نے خالد بن ولید باغ کا نام بخش دیا ہے۔

ان سیر گاہوں کے علاوہ شہر کے باہر چاروں طرف پھلوں کے باغات تھے۔ بہنگ، ناشپاتی، آڑو، آلوچہ اور خوبانی کے درخت پائے جاتے تھے۔ آج ان باغات میں بسیں اور ویگنیں پائے جاتے

ہیں ان کا دھواں فضاء کو مسموم کرتا ہے اور گاڑیوں کے ہارن فضاء کو شور سے بھر رہے ہیں۔

حیات آباد کی بستی تعمیر ہوئی، یونیورسٹی ٹاؤن بنا تو ٹاؤن میں ایک آدھ کلب کا باغ بنا لیکن حیات آباد میں پشاور ڈویلپمنٹ اتھارٹی کے ڈائریکٹر جنرل میر نعیم اللہ نے ہر فیز میں باغات اور پارک بنائے۔ راقم الحروف کو فخر ہے کہ ان سب باغات کے نام میر نعیم اللہ صاحب کی فرمائش پر ہم نے تجویز کیے۔ تاتارہ باغ، باغِ ناران، خیبر پارک ان کی یادگار ہیں جو اب تک برقرار ہیں ورنہ شہر کے باغات تباہ و برباد کر دیئے گئے ہیں۔ شاہی باغ پشاور کا سب سے بڑا باغ تھا، کشادہ، رنگ رنگ کے درختوں، اور پودوں اور پھولوں سے مزین۔ انگریز آئے تو انہوں نے اس باغ کی کشادگی سے فائدہ اٹھا کر یہاں چڑیا گھر بنا دیا۔ ہمیں یہی یاد ہے ریچھ کی کچھار اس جگہ تھی جہاں اب پردہ باغ ہے۔ شیر، بندر، بھیڑیے اور گیدڑوں کے لئے وہ جگہ مخصوص تھی جہاں اب ٹینس کلب کی حدود لگتی ہیں۔ افغان فٹ بال کلب میں بھی مختلف جانور فٹ بال کھیلا کرتے تھے۔ درمیانی اور اب آباد قطعہ گل وہ جگہ تھی جہاں مختلف پرندوں کے لئے ایک بہت وسیع پنجرہ بنایا گیا تھا اور اس پنجرے میں چڑیا، طوطے، مینا کبوتر اور طرح طرح کے رنگین پرندے اس قطعے کو اپنی اپنی بولیوں سے یوں آباد رکھتے کہ طوطی کی آواز سنائی نہ دیتی۔ پھر انگریزوں ہی نے پرندوں اور جانوروں کا دانہ پانی اور گوشت کے اخراجات کی تاب نہ لا کر پچھلی صدی کی تیسری دہائی میں چڑیا گھر یہاں سے اٹھایا اور پرندے اور جانور بے گھر ہو کر رہ گئے۔

وزیر باغ خوب صورت درختوں، پھولوں، سبز قطعوں اور تالابوں کی آماجگاہ تھا اور اب وہاں خاک اڑتی ہے۔ سبزہ و گل، "خوبصورت پشاور" کی نذر ہو کر رہ گیا ہے۔ قبضہ گروپ نے اپنے مکانات بنا لئے ہیں یہاں تک کہ قبروں پر بھی قبضہ گروپ کا شہر آباد ہو گیا ہے۔

نظر باغ کی جنوبی طرف ہاتھی خانہ تھا اور روزانہ یہاں سے ہاتھی جبہ کو جا کر پانی پیتے، نہاتے اور پانی کے فوارے اڑاتے، یہاں باغ کی جنوبی طرف ایک سڑک تھی جو کچہری بازار کو ہسپتال روڈ سے ملاتی۔ اب یہ سڑک فرنٹیئر کالج فار ویمن کے اندر ہاسٹل والیوں کی چہل قدمی کے لئے وقف ہو کر کالج کی چاردیواری کے اندر آ گئی ہے۔ نظر باغ میں فلیٹس بن گئے اس باغ کی ویرانی کو

دیکھ کر پشاور کے گورنر سر جارج کننگھم نے ریل کی پٹڑی کے ساتھ ساتھ ایک وسیع قطعہ زمین کو باغ بنا دیا، ایسے گورنر بھی ہوتے تھے جو پشاور کو واقعی خوبصورت دیکھنے کے قائل تھے۔

اب تو ہمارے پرانے وزیر حاجی محمد جاوید نے اپنے وزارت کے زمانے میں ٹیکنیکل سکول کے سامنے شہر کے کنارے کنارے ایک مستطیل قطعہ کو پارک بنا دیا، غلطی یہ کی کہ اس کو اپنا نام دے دیا، جاوید پارک۔ اب نہ وہاں جاوید نامی کسی چیز کا نشان ہے نہ پارک جیسی سر سبز چیز بلکہ غیر آباد برباد زمین ہے جس پر حکومت کے ڈیفنس ڈیپارٹمنٹ نے قبضہ گروپ بن کر دوسرے قبضہ گروپ مکان میں ایک کا اضافہ کر دیا ہے۔

ایجرٹن پارک پر امریکی پرانے کپڑوں، کھلونوں اور سویٹروں کی منڈی بنا کر میونسپل کارپوریشن کے کارندوں کی تنخواہوں کے حصول کا اہتمام کر دیا گیا۔

پشاور سے باغات ختم ہو رہے ہیں، ماحولیات کا حسن برباد ہو کر رہ گیا ہے۔ اب شہر سرکاری اور غیر سرکاری گاڑیوں کے غیر قانونی دھوئیں سے بھر رہا ہے اور گورنر صاحب خوبصورت پشاور کے خواب دیکھ رہے ہیں، ان کا خیال خام اور ان کا خواب دیوانے کا خواب ہے۔

(بشکریہ روزنامہ "مشرق" پشاور ۱۱ اگست ۲۰۰۱ء)

بقیہ : تفسیر القرآن الحسنیہ

مفلوک الحال لوگوں کی خدمت کرو، ان کو اپنے رزق سے رزق دو، ان کی آسائش، آرام اور سہولت تلاش کرو اس یقین کے ساتھ کہ تمہارا یہ دیا ہوا تمہارے ہی کام آئے گا جو کہ رضائے الٰہی کے لئے خرچ کیا پھر یہ تمہاری دولت، تمہاری دوستیاں، تمہاری سفارشیں اور اثر رسوخ قیامت کے دن جو کہ برحق ہے اور سچا ہے کوئی کام نہیں آئے گا۔ اس دن تو احکام الٰہی کی اطاعت، رضائے الٰہی اور پیغمبر برحق حضرت محمد رسول اللہ ﷺ کی فرمانبرداری کام آئے گی اور اس دن کا انکار تو کافروں کا شیوہ ہے یہی کافر اس دن اپنی جان پر ظلم کرتے ہوئے نظر آئیں گے اور کسی قسم کا جواب ان سے نہ بن پڑے گا توحید الٰہی کا انکار پیغمبر ﷺ کا انکار اس دن ان کے چہروں کو ظاہر کر دے گا۔ (جاری ہے)

حضرت خواجہ نظام الدین اولیاء محبوب الٰہی رحمۃ اللہ علیہ

پروفیسر غلام سرور رانا
گورنمنٹ کالج لاہور

ہر گز نہ میرد آنکہ دلش زندہ شد بہ عشق
ثبت است بر جریدۂ عالم دوامِ ما

آبائی حالات: آپ کا اسم گرامی سید محمد اور لقب نظام الدین ہے۔ محبوب الٰہی، سلطان المشائخ، سلطان الاولیاء، سلطان السلاطین، زری زر بخش کے القاب سے بھی مشہور و معروف ہوئے اور حضرت امیر خسرو رحمۃ اللہ علیہ کے بقول "عالم دل کے جہاں پناہ تھے"۔ آپ سلسلہ عالیہ نظامیہ کے بانی مبانی ہیں۔ برصغیر پاک و ہند میں آپ کی مساعی جمیلہ سے اسلام کا پودا پروان چڑھا اور لاکھوں بندگان خدا نے اسلام قبول کیا۔ بت پرستی، ظلم و استبداد کی فضا توحید و مساوات اور اسلامی اخوت میں بدل گئی۔

آپ رحمۃ اللہ علیہ کے جد امجد حضرت خواجہ سید علی اور نانا محترم حضرت خواجہ سید عرب ہم جدی تھے۔ چنگیزی فتنہ کے دوران بخارا سے ہجرت کر کے لاہور کو اپنے قدوم میمنت لزوم سے نوازا۔ عروس البلاد لاہور میں والد محترم اور والدہ محترمہ بی بی زلیخا تولد ہوئیں، کچھ عرصہ لاہور میں قیام کرنے کے بعد جیسا کہ "حدیقۃ الاولیاء" میں تحریر ہے یہ خانوادہ بدایوں تشریف لے گیا حضرت نظام الدین اولیاء ۶۳۱ھ بدایوں محلہ پنگی ٹولہ میں اس جہان آب و گل میں تشریف لائے۔ آپ کا سلسلۂ نسب امام الاولیاء شیر خدا مولائے کائنات سیدنا و مولانا حضرت علی المرتضیٰ کرم اللہ وجہہ الکریم سے اٹھارویں پشت میں جا کر ملتا ہے۔ بدایوں شرفاء اور سادات کا قدیم ترین مسکن تھا جنہوں نے ایران، خراسان سے ہجرت کر کے یہاں سکونت اختیار کی تھی، یہ عہد رضیہ سلطانہ کا تھا، پانچ سال کی عمر میں والد ماجد کی سایۂ عاطفت سے محروم ہو گئے۔

تحصیلِ علوم : والدہ محترمہ جو ایک صالحہ پارسا اور خدا رسیدہ خاتون تھیں نے نہایت ہمت اور شفقت کے ساتھ آپ ﷫ کی دینی اور اخلاقی تعلیم کا بیڑا اٹھایا۔ مولانا علاؤ الدین علی الصوفی سے جو شیخ جلال الدین تبریزی کے مرید تھے فقہ کی تعلیم حاصل کی۔ قدوری ختم کی تو مولانا نے دستار فضیلت باندھنے کے لئے فرمایا، آپ نے والدہ محترمہ سے عرض کی میں دستار کہاں سے لاؤں، انہوں نے فرمایا "خاطر جمع رکھو میں خود ہی انتظام کردوں گی"۔ چنانچہ سوت خرید اور کتوا کر بہت ہی جلد پگڑی تیار کروادی۔ آپ کی والدہ محترمہ نے علماء و صلحاء کو جمع کیا۔ خواجہ علی مرید خاص شیخ جلال الدین تبریزی ﷫ نے ایک پیچ باندھا اور شرکاء نے علم نافع کی تکمیل کے لئے دعا کی۔ سولہ سال کی عمر میں جب یہاں درس و تدریس سے فراغت حاصل کی تو والدہ محترمہ کی رفاقت میں دہلی چلے گئے اور مولانا شمس الدین خوارزمی کے سامنے زانوئے تلمذ تہہ کیا جو بڑے فقیہہ اور جید عالم تھے۔ آپ نے حریری کے چالیس مقامات کا درس حاصل کیا بعد ازاں مولانا کمال الدین اور مولانا احمد تبریزی سے علمِ حدیث، فقہ، اصولِ تفسیر، علمِ ہیئت اور دوسرے علوم میں کمال حاصل کیا۔ آپ کو علم و فنون اور بحث و تمحیص کا ازحد شوق تھا اس لئے "محاث" کے لقب سے پکارے جاتے تھے۔

یہ سلطان ناصر الدین محمود کا دورِ حکومت تھا جس میں غیاث الدین بلبن عہد وزارت پر متمکن تھا۔ آپ مولانا شمس الدین خوارزمی کے محبوب ترین تلامذہ میں سے تھے کیونکہ آپ نے ذہانت، محبت اور خداداد علمی استعداد سے اپنے رفقاء میں ایک خاص مقام حاصل کر لیا تھا۔ نہایت ہی تندہی اور انہماک کے ساتھ طلب علم میں مشغول رہے اور علمِ حدیث محدث زماں شیخ محمد بن احمد المارلیکی سے حاصل کیا لیکن دل میں کسی اور چیز کی تڑپ تھی۔

والدہ محترمہ کا انتقال صد ملال : والدہ محترمہ کا انتقال پر ملال دلی بے چینی کا سبب بنا ایک روز گریہ وزاری کا عالم تھا اور والدہ مرحومہ و مغفورہ کی یاد میں یہ شعر زبان پر تھا۔

افسوس دلم کہ ہیچ تدبیر نہ کرد　　شبہائے وصال را بہ زنجیر نہ کرد

حضرت محبوب الٰہی فرماتے ہیں کہ ایک مرتبہ نئے چاند کو دیکھ کر والدہ محترمہ کے حین حیات ان کی قدم بوسی کا شرف حاصل کیا تو والدہ محترمہ نے فرمایا کہ "آئندہ ماہ کے چاند کے موقع پر کس کی قدم بوسی کرو گے"۔ صاف ظاہر تھا کہ ان کے انتقال کا وقت قریب ہے میں نے آبدیدگی کے عالم میں عرض کی "مجھے کس کے سپرد کر رہی ہو"۔ فرمایا "کل جواب دوں گی" چنانچہ دوسرے روز طلب کیا اور فرمایا "تمہارا ہاتھ کون سا ہے"۔ میں نے ہاتھ سامنے کیا میرا ہاتھ اپنے ہاتھ میں لے کر فرمایا "خدایا اس کو تیرے سپرد کرتی ہوں"۔ یہ کہنا تھا کہ خالقِ حقیقی سے جا ملیں اس پر آپ نے اللہ جل مجدہ کا شکر ادا کیا اور دل میں کہا کہ اگر والدہ محترمہ سونے اور موتیوں سے بھرپور گھر چھوڑ جاتیں تو مجھے قطعاً خوشی نہ ہوتی۔

شیخ طریقت : حضرت نظام الدین ؒ بدایوں اقامت پذیر تھے کہ وہاں کسی قوال نے حضرت بابا فرید الدین گنج شکر ؒ کا تذکرہ کیا۔ وہیں طبیعت بے قرار ہو گئی اور بن دیکھے ہی مرید ہو گئے اور "یا فرید یا فرید" کے ورد میں ہمہ تن مصروف ہو گئے۔ دہلی میں شیخ نجیب الدین متوکل کے پڑوس میں قیام پذیر تھے جو بابا فرید کے متعلقین میں سے تھے مگر خلفاء میں سے نہ تھے یہاں بھی حضرت بابا فرید کے حالات سنے تو آرزوئے دیدار نے اضطراب میں مزید اضافہ کر دیا۔ لوگوں نے آپ کو مشورہ دیا کہ آپ شیخ نجیب الدین کے حلقہ ارادت میں شامل ہو جائیں لیکن جب شیخ نجیب الدین کو اس بات کا علم ہوا تو انھوں نے حضرت بابا فرید الدین گنج شکر ؒ کے مرید ہونے پر زور دیا

نہ تنہا عشق از دیدار خیزد   بسا کیں دولت از گفتار خیزد

یعنی دیدار سے نہ صرف عشق ہی پیدا ہوتا ہے بلکہ اس کی باتوں سے اور بہت کچھ پیدا ہوتا ہے۔

اب طبیعت میں اضطراب اور بے چینی زوروں پر تھی۔ طبعی میلان بابا فرید الدین ؒ کی طرف از حد زیادہ تھا اور روح ماہی بے آب کی طرح تڑپ رہی تھی۔ چنانچہ یہ عزمِ صمیم کر لیا کہ مرشدِ کامل کی بارگاہِ عالی مقام میں حاضر ہو کر اکتسابِ فیض کیا جائے۔ بالآخر بیس برس کی عمر میں

بیعت کی خاطر اجودھن (پاک پتن شریف) تشریف لے گئے، شیخ کامل نے دیکھتے ہی یہ شعر پڑھا

اے آتش فراقت دلہا کباب کردہ سیلاب اشتیاقت جانہا خراب کردہ

یعنی اے وہ ہستی کہ تیری جدائی کی آگ نے دلوں کو کباب بنادیا اور تیرے انتظار کے درد روحوں کو مضطرب اور بے قرار کر دیا۔ حضرت محبوب الٰہی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ یہ شعر سن کر میرے دل میں اشتیاق قدم بوسی پیدا ہوا مگر رعب وجلال نے زبان و قوت گویائی نے ساتھ نہ دیا، شیخ کامل نے فرمایا لکل داخلِ دھشۃ یعنی ہر نئے آنے والے پر رعب طاری ہوتا ہے۔ حضرت بابا فرید الدین گنج شکر رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ عالم خواب میں یوں نظر آیا کہ ہم نے ایک جال بچھایا ہوا ہے اس میں چڑیاں، کبوتر، تیتر، بٹیر کے علاوہ ایک باز بھی ہے، وہ باز نظام الدین اولیاء محبوب الٰہی تھے جو اس وقت آپ کی خدمت میں حاضر تھے۔

امت محمدیہ صلی اللہ علیہ وسلم کے محبوبین: امت محمدیہ صلی اللہ علیہ وسلم میں تین محبوبین ہیں

۱: محبوب حقانی وربانی آقائے نامدار سرور دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم

۲: محبوب سبحانی قطب ربانی غوث صمدانی حضرت شیخ میراں محی الدین عبدالقادر جیلانی رحمۃ اللہ علیہ

۳: سلسلہ عالیہ نظامیہ کے بانی حضرت خواجہ نظام الدین اولیاء محبوب الٰہی رحمۃ اللہ علیہ

آپ کے اولیاء ہونے کی تحقیق: سلسلہ عالیہ چشتیہ کے اکابر نے حضرت محبوب الٰہی کے ورودِ مسعود کی پیشن گوئی کی تھی جہاں تک آپ کے لقب اولیاء کا تعلق ہے اہلِ طریقت اس کا استدلال قرآن عزیز کی آیت مبارکہ ان ابراھیم کان امۃ قانتاً للہ حنیفاً سے بے شک حضرت ابراہیم علیہ السلام اللہ تعالیٰ کے فرمانبردار اور سچے نبی تھے اور وہ ایک امت تھے۔ جس طرح حضرت ابراہیم علیہ السلام اپنی انفرادیت کے باعث جامع ہیں اسی طرح حضرت محبوب الٰہی اولیاء اللہ کی ولایت اور ان کے کمال اسی بناء پر آپ کو اولیاء کہا جاتا ہے۔

پند و نصائح اور خرقۂ خلافت: شیخ کامل و اکمل نے پہلی ملاقات کے بعد آپ پر خصوصی عنایات فرمائیں اور جماعت خانے میں آپ کا انتظام کر دیا۔ اسی ملاقات میں آپ رحمۃ اللہ علیہ حضرت بابا صاحب کے حلقۂ ارادت میں شامل ہو گئے ایک سال میں "عوارف" کے جملہ ابواب اور کلام پاک کے چھ پارے تجوید سے پڑھے اور دہلی تشریف لے گئے۔ "سیر الاولیاء" کے مطالعہ سے اس امر کی وضاحت ہوتی ہے کہ آپ کی ساری زندگی مجاہدات اور ریاضتوں کا مجسمہ تھی۔ آپ عمر بھر صائم الدہر رہے روزانہ چار پانچ سو نوافل ادا کیا کرتے تھے۔ ساری عمر مجرد رہے، شیخ کامل کی طرف سے لنگر کی خدمت کا حکم ہوا تھا۔ دوران خدمتِ لنگر ایک دفعہ آپ کا آزار بند نیچے گر گیا۔ حضرت بابا نے فرمایا "نظام الدین آزار بند رانگاہ دار" یعنی اے نظام الدین! اپنے آزار بند کی حفاظت کر" حضرت محبوبِ الٰہی نے یہ سمجھا کہ اس جملہ کا مفہوم وقتی طور پر آزار بند درست کرنا نہیں بلکہ شیخ کی مراد یہ ہے کہ عمر بھر اس کی حفاظت کی جائے چنانچہ جواباً عرض کیا "بہت اچھا حضور اب یہ حوران بہشت پر بھی نہیں کھلے گا"۔

حضرت نظام الدین رحمۃ اللہ علیہ ایک عرصہ مرشد کامل و اکمل کی خدمت اقدس میں حاضر ہوتے رہے۔ تیسری مرتبہ کی حاضری پر حضرت فرید العالم رحمۃ اللہ علیہ نے آپ کو خرقۂ خلافت سے نوازا اور تحریری طور پر بعض ہدایات دیں جن کا ماحصل یہ ہے:

"شاگردوں کو تعلیم دیں، لغزشوں کی اصلاح کی پوری کوشش کریں اور جو کچھ مجھ سے سنا ہے اور یاد رکھا ہے اس کی نشر و اشاعت کریں۔ ایسی مسجد میں عبادت کریں جہاں جماعت ہوتی ہو، دنیا کی تمام خواہشات کو ترک کر دیں، خلوت میں ہر طرح کی عبادت کریں، خلوت کے مجاہدہ میں جب نفس بڑے بڑے مجاہدوں سے تھک جائے تو چھوٹے چھوٹے مجاہدے کریں، اگر نفس پر نیند کا غلبہ ہو جائے تو تھوڑی دیر کے لئے سو لیں۔ جب خلوت سے فیض جاری ہو تو حکمت کا چشمہ جاری کریں جو شخص آپ کے پاس آئے اسے نعمت سے سرفراز کریں"۔

سندِ خلافت کے حصول کے بعد مولانا جمال الدین ہانسوی رحمۃ اللہ علیہ کے پاس تشریف فرما

ہوئے انہوں نے آپ کو دیکھتے ہی یہ شعر پڑھا

خدائے جہاں را ہزاراں سپاس   کہ گوہر سپردہ بہ گوہر شناس

یعنی رب العالمین کا ہزار ہزار شکر کہ اس نے گوہر کو جوہری کے سپرد کر دیا جو قدر جوہر جانتا ہے۔

آپ نے مرشد کامل کے اقوالِ زریں کے مطابق ساری عمر عبادت وریاضت اور مجاہدات میں بسر کی، صبح ہوتی تو شغلِ باطن سے آنکھیں سرخ ہو جاتیں، اسی قسم کے ایک حال سے متاثر ہو کر حضرت امیر خسرو رحمۃ اللہ علیہ نے کیا خوب فرمایا تھا

تو شبانہ می نمائی بہ بر کہ بودی امشب   کہ ہنوز چشم مست اثر خمار دارد

یعنی آپ ہمیشہ رات کو دیدار کرتے ہیں مگر آج رات کوئی خاص بات ہوئی ہے کہ جس کی وجہ سے اب تک آپ کی آنکھوں میں خمار کے اثرات موجود ہیں۔

"سیر الاولیاء" میں مولانا ضیاء الدین نے فرمایا ہے کہ آپ کو خداوند تعالیٰ نے پچھلی صدیوں میں جنید بغدادی رحمۃ اللہ علیہ اور شیخ بایزید رحمۃ اللہ علیہ کے مثل پیدا کیا تھا۔ آپ کے مرشد پاک نے آخری بار رخصت کرتے ہوئے فرمایا "اللہ تعالیٰ تمہیں نیک بخت بنائے تم ایسے درخت ہو گئے ہو جس کے سائے میں مخلوق آرام پائے گی تم حصولِ استعداد کے لئے مجاہدہ کرتے رہنا"۔ مزید تاکید فرمائی "مخالفین کو خوش کرنے کی پوری پوری کوشش کرنا اور ان لوگوں کو بھی راضی کرنے میں کوئی کسر نہ اٹھار کھنا جن کا تم پر حق ہو"۔ اسی طرح ایک مرتبہ ارشاد فرمایا "تمہارے لئے کچھ دنیا کا حصہ بھی مانگا ہے"۔ حضرت فرماتے ہیں کہ یہ سن کر میں سخت پریشان ہوا اور عرض کیا کہ بڑے بڑے لوگ دنیا کی بدولت فتنے میں پڑ گئے، میرا کیا حال ہو گا لیکن شیخ نے میری فوراً تسلی کر دی "تم فتنے میں نہیں پڑو گے، اطمینان رکھو"۔

ساری عمر آپ کی یہی خواہش رہی کہ عامتہ الناس کو میرے بارے میں علم نہ ہو لیکن پھول ہوں تو خوشبو آ ہی جاتی ہے آخر کار خلقِ خدا جوق در جوق آنا شروع ہو گئی چنانچہ آپ نے دہلی سے باہر غیاث پور نامی گاؤں میں سکونت اختیار کر لی اس بستی کو آج نظام الدین کی بستی کے نام

سے یاد کیا جاتا ہے

جس کنی پھل مجھے ہوون آوے باس روما لوں

کہتے ہیں جب آپ بابا فرید الدین کے پاس اقامت پذیر تھے آپ کا ایک محسن شرف ملاقات کے لئے آیا اس نے آپ کو پھٹے پرانے کپڑوں میں ملبوس دیکھ کر کہا

"مولانا نظام الدین تم نے کیا حال بنا رکھا ہے اگر تم شہر میں درس و تدریس کی خدمت انجام دیتے تو مجتہد زمانہ ہوتے اور بڑی شان و شوکت سے رہتے"۔

یہ سن کر دوست سے معذرت کی اور حضرت کی خدمت اقدس میں حاضر ہو گئے آپ کے شیخ کامل نے فرمایا "نظام! اگر تمہارا کوئی دوست ملے اور تم سے کہے کہ تم نے کیا حال بنا رکھا ہے اور تعلیم و تعلم کا وہ سلسلہ کیوں چھوڑ دیا ہے جو فارغ البالی اور خوش حالی کا ذریعہ بنتا تو اسے یہ جواب دینا

نہ ہمراہی تو مرا راہ خویش گیرد ترا سلامی بادا مگونسارا

یعنی تمہارے اور میرے راستے الگ الگ ہیں تمہارا راستہ سکھ چین اور سلامتی کا راستہ ہے اور میرا مسلک خاکساری اور انکساری ہے، تم اپنا راستہ لو اور مجھ کو میرے حال پر چھوڑ دو۔

پھر فرمایا، مطبخ خانے سے کھانا خود لے جاؤ، جب ملاقاتی نے دیکھا تو بھاگ کر سر سے خوان کو اتارا، حضرت محبوب الٰہی نے سارا ماجرا سنایا اس نے کھانے کے بعد حضرت کی خدمت اقدس میں حاضر ہو کر بیعت کی۔ روایت ہے کہ حضرت گنج شکرؒ سے ایک شخص نے سفارشی رقعہ مانگا، آپ نے اس کے لئے یہ واقعہ تحریر فرمایا ہے

سپردم بتو مایہ خویش را تو دانی حساب کم و بیش را
تو گفتی کہ ہر کس کہ در رنج و تاب دعائے بکند کنم مستجاب
چو عاجز رہا بندہ دانم ترا دیں عاجزی چوں نہ خوانم

تبلیغ اسلام: حضرت خواجہ نظام الدین اپنے مرشد و مربی سے رخصت ہو کر برصغیر کی

روحانی تسخیر، خلق خدا کے ارشاد و تربیت اور تبلیغ اسلام کی عظیم و مقدس مہم پر روانہ ہوئے۔ دہلی تشریف لائے تو آپ کے پاس اخلاص اعتماد علی اللہ اور استغنا علی الخلق کے سوا کوئی زادِ راہ اور ہتھیار نہ تھا۔ آپ سلسلہ عالیہ نظامیہ کے بانی تھے بحمد اللہ آپ کے سلسلہ کے اکابر اولیاء اللہ اس وقت لاکھوں کی تعداد میں موجود ہیں۔ یہ سلسلہ آپ ہی کے دم قدم سے پاک و ہند کی زمین سے ابھرا اور خطہ پاک کے انتہائے جنوب سے اپنی آب و تاب دکھاتا ہوا شمال کے آخری گوشے تک پہنچا اور اس نے پاک و ہند کے شرق و غرب اور بلند و پست پر اپنے دامانِ رحمت کو پھیلا دیا۔

خلفاء و مجازانِ طریقت : حضرت امام خواجہ فخر الدین نظامی نے سلسلہ نظامیہ کا فیضان حضرت نور محمد مہاروی رحمۃ اللہ علیہ المعروف قبلہ عالم کو بخشا جن کا مزار اقدس چشتیاں شریف میں ہے۔ قبلہ عالم کے خلیفہ حضرت شاہ سلیمان تونسوی رحمۃ اللہ علیہ ہیں جن کے خلیفہ حضرت شمس الدین سیالوی رحمۃ اللہ علیہ سیال شریف میں ہیں۔ آپ کے اولین خلیفہ حضرت جلال پوری جلال پور میں دوسرے خلیفہ قبلہ عالم حضرت پیر مہر علی شاہ رحمۃ اللہ علیہ گولڑہ شریف میں ہیں بہ الفاظ دیگر یہ چاہیے کہ سلسلہ عالیہ چشتیہ نظامیہ کا دامنِ فیض چشتیاں سے لے کر گولڑہ شریف تک کوئی پانچ سو میل تک پھیلا ہوا ہے۔ حضرت جمال الدین ہانسوی آپ کے پیر بھائی تھے آپ کا سلسلہ کے عظیم ترین بزرگ حضرت بندہ نواز گیسو دراز ہیں جنہوں نے اپنے فیضان سے لاکھوں کفار کو حلقہ بگوش اسلام کیا۔ آپ نے برِ صغیر میں سینکڑوں میل سفر کیا، دوران سفر جن علاقوں سے گزرے وہ کفر و شرک، فسق و فجور، ظلمت و معصیت کے مراکز تھے۔ آپ نے بنارس میں بھی قیام فرمایا، آپ کا وجود مبارک محبت و شفقت کا سر چشمہ تھا۔

ایک مرتبہ قاضی شہر نے بابا فرید پر جادو کر دیا۔ اللہ جل مجدہ نے خواب میں جادوگر کے مکر و فریب کی اطلاع دی۔ آپ کو خواب میں کسی بزرگ کامل نے کہا کہ آپ کے شیخ پر قاضی وقت نے فلاں جادوگر سے جادو کروایا ہے اس نے کچھ سوئیاں اور کانٹے جادو کے علم سے آٹے میں پیوست کر کے قبر کے پاس دفن کر دیے ہیں جس سے حضرت بابا فرید کو سخت نقاہت ہو گئی ہے۔ حضرت

نظام پاک نے شیخ کو اطلاع دے کر ان تمام متعلقات کو نکلوا دیا جس سے حضرت گنج شکر رحمۃ اللہ علیہ کی صحت بحال ہو گئی۔ جادوگر کو گورنر وقت کے سامنے پیش کیا گیا لیکن حضور بابا رحمۃ اللہ علیہ نے خندہ پیشانی سے اسے معاف کر دیا، ظاہر ہے یہ عنایت ان کے مرید کے توسط سے ہوئی۔

حضرت محبوب الٰہی اپنے شیخ سے دین مصطفوی کی ترویج پر مامور ہو کر آئے تھے، یہ وہ دور ہے جب دہلی پر یکے بعد دیگرے پانچ فرمانرواؤں نے جاہ و حشمت کے ساتھ حکومت کی۔ گویا آپ نے رضیہ سلطانہ سے لے کر سلطان محمد تغلق تک ہر بادشاہ کے دور اقتدار کو دیکھا لیکن ماسوائے ایک موقع کے جس کا محرک ایک دینی تقاضا تھا آپ کبھی کسی دربار میں نہیں گئے اور نہ ہی اپنے ہاں کسی کو آنے کے لئے اجازت دی۔ غیاث الدین بلبن کے عہد میں اس کی طرف کوئی خاص توجہ نہ فرمائی، معزالدین کیقباد لہو ولعب اور سیر و شکار میں مبتلا رہتا تھا۔

سلاطینِ وقت کا اظہارِ عقیدت : جلال الدین خلجی پہلا فرمانروا تھا جو ارباب علم و عرفان کا قدردان تھا۔ حضرت خواجہ محبوب الٰہی کی شہرت بھی ان ایام میں اپنے عروج پر تھی۔ جلال الدین خلجی نے کئی مرتبہ حاضری کی اجازت چاہی مگر شرف باریابی حاصل نہ ہو سکا۔ بالآخر اس نے حضرت امیر خسرو رحمۃ اللہ علیہ سے مل کر یہ منصوبہ بنایا کہ بلا اطلاع حضرت کی خدمت میں حاضری کا شرف حاصل کیا جائے مگر حضرت امیر خسرو نے جن کو شیخ کامل سے والہانہ عقیدت تھی اس راز کو افشا کر دیا۔ آپ رحمۃ اللہ علیہ نے جونہی اس کی اطلاع پائی اپنے مرشد کامل کے مزار مبارک کی زیارت کے لئے روانہ ہو گئے۔ بادشاہ اس افشائے راز کے باعث حضرت امیر خسرو رحمۃ اللہ علیہ پر ناراض ہوا۔ حضرت امیر خسرو رحمۃ اللہ علیہ اس عارفانہ حقیقت سے آگاہ تھے کہ بادشاہ کی ناراضگی سے جاں کا خطرہ لاحق تھا مگر شیخ کامل کی رنجش سے سلب ایمان کا خوف تھا، اسی لئے اطلاع بہم پہنچانا ضروری سمجھا۔

سلطان علاؤالدین خلجی نے بھی اپنے دور حکومت میں حضرت محبوب الٰہی کی خدمت میں حاضری کی استدعا کی لیکن جواب وہی عارفانہ نوعیت کا تھا کہ آنے کی ضرورت نہیں، غائبانہ طور پر دعا کروں گا، وہ مؤثر ہو گی۔ جب سلطان نے اصرار کیا تو آپ رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ اس فقیر کے

گھر کے دو دروازے ہیں، بادشاہ ایک دروازے سے داخل ہو گا تو میں دوسرے دروازے سے نکل جاؤں گا۔ اگرچہ علاؤالدین خلجی شرف باریابی نہ حاصل کر سکا لیکن اسے آپ سے والہانہ عقیدت رہی وہ ملکی مہمات اور دیگر معاملات میں آپ سے رجوع کرتا رہا وہ جب دعا کا طلب گار ہوتا آپ اُسکے حق میں اہتمام کے ساتھ دعا فرماتے۔

کرامتِ عظیمہ : جس زمانہ میں سلطان علاؤالدین خلجی قلعہ چتوڑ کے فتح کرنے میں مشغول تھا مغلوں کی ایک جماعت ایک شخص طرغی نامی کی قیادت میں ملک سے روانہ ہوئی علاؤالدین کو جب یہ خبر ملی تو فوراً تمام پروگرام ملتوی کر کے دہلی پہنچا لیکن اس وقت تک مغلوں کی یہ جماعت جو مؤرخ فرشتہ کے بقول ایک لاکھ بیس ہزار سپاہیوں پر مشتمل تھی دہلی کے قریب آپہنچی چونکہ سلطان کی بہترین فوج اس زمانہ میں دکن میں تھی اس لئے علاؤالدین کو ان لوگوں سے عہدہ برآ ہونے میں بڑی دشواریاں پیش آئیں۔ مغل دریائے جمنا کے کنارے ڈیرہ جمائے پڑے تھے۔ علی گڑھ اور بلند شہر کے جو امراء دہلی آنا چاہتے تھے ان کے راستہ میں یہ لوگ حائل تھے اور موقع پا کر خاص دہلی شہر پر بھی حملہ کے غلہ وغیرہ لے جاتے تھے۔

سلطان ان واقعات سے جب بہت پریشان ہوا تو آخر کار حضرت سلطان المشائخ رحمۃ اللہ علیہ سے مدد کا خواستگار ہوا۔ فرشتہ کا بیان ہے کہ اسی رات طرغی پر ایسا خوف طاری ہوا کہ اچانک محاصرہ اٹھا کر اپنے ملک کو روانہ ہو گیا، نظام الدین احمد بخشی لکھتے ہیں۔

"دہلی کے لوگ اس واقعہ کو حضرت شیخ نظام الدین اولیاء رحمۃ اللہ علیہ کی توجہ کا نتیجہ اور آپ کی ہی کرامت یقین کرتے تھے" (بحوالہ تاریخ فرشتہ صفحہ ۲۷۷ تا ۲۸۱ و طبقات اکبری جلد ۱ صفحہ ۱۵۳-۱۵۷)

اسی طرح جب علاؤالدین خلجی نے ملک کافور کو ورنگل کی تسخیر کے لئے بھیجا تو کئی روز تک اس مہم کے بارے میں علم نہ ہو سکا۔ بادشاہ نے قاضی مغیث الدین کو پریشانی کے عالم میں آپ کے پاس بھیجا۔ آپ نے بشارت دی کہ ورنگل فتح ہو جائے گا۔ چنانچہ ایسا ہی ہوا سلطان نے تشکر و امتنان کے طور پر آپ کے پاس سو اشرفیاں بھیجیں جب اشرفیاں پہنچیں تو آپ کے پاس خراسان

کے ایک بزرگ موجود تھے، انہوں نے فرمایا "ہدیہ مشترک ہوتا ہے" حضرت محبوب الٰہی ﷫ نے فرمایا "اگر لے جائے تو اس سے بھی بہتر ہے" بعدہ تمام اشرفیاں انہیں کو دے دیں۔

روحانی انقلاب: آپ کے فیوض و برکات سے ایک عظیم روحانی انقلاب رونما ہوا جس کے باعث معاشرے کے تمام عیوب اور قباحتوں سے نجات حاصل ہوئی۔ اشیاء سستے داموں مل رہی تھیں، گنہگار عابد وزاہد ہو گئے، لوگوں میں خلوص و محبت اور راستبازی کا جذبہ پیدا ہو گیا۔ علاؤالدین خلجی کا سارا خانوادہ حلقہ ارادت میں شامل ہو گیا۔ بادشاہ نے منشی اشیاء اور فحاشی و عریانی پر پابندی لگا دی۔ آپ کا ابتدائی دور بڑی مفلسی اور عسرت سے بسر ہوا، کئی کئی روز تک فاقے رہتے لیکن آخر کار حالت بہتر ہو جاتی اور لنگر پھر سے جاری ہو جاتا۔ ممنوعہ ایام کے علاوہ سارا سال روزے رکھتے۔ افطار و سحور کے وقت مکی اور جو کی روٹی کے چند نوالے لیتے، مریدین مزید کھانے پر اصرار کرتے تو فرماتے "اتنے فقیر و نادار اور مفلس مسجدوں میں بھوکے پھر رہے ہیں، میں کس طرح مزید نوالے کھاؤں"۔

وابستگان سلسلہ کی تعداد لاکھوں تک پہنچ چکی تھی جن میں امراء و وزراء بھی شامل تھے پھر بھی آپ کسی امیر وزیر کے دروازے پر نہیں گئے۔

قطب الدین مبارک شاہ کی کم عقلی: سلطان علاؤالدین خلجی کے بعد اس کا دوسرا بیٹا قطب الدین مبارک شاہ ولی عہد سلطنت خضر خان کو محروم کر کے تخت سلطنت پر غاصبانہ قابض ہوا اور حضرت خواجہ ﷫ سے ناراض رہنے لگا۔ اس نے مختلف طریقوں سے آپ ﷫ کو اذیت پہنچائی۔ اس نے یہ حکم جاری کیا کہ کوئی امیر یا سردار شیخ کے پاس نہ جائے۔ پھر دیکھیں وہ کہاں سے اتنے لوگوں کی دعوت کا اہتمام کرتے ہیں۔ آپ کو علم ہوا تو فرمایا کہ آج سے کھانا زیادہ پکایا جائے۔ بادشاہ پر آخر کار حقیقت آشکار ہو گئی کہ آپ کا معاملہ غیبی ہے اس پر وہ پشیمان تو ہوا مگر اس نے بغض و عناد برقرار رکھا۔ حسرت نامہ میں ضیاء الدین برنی لکھتے ہیں کہ اسے صحیح احادیث نبوی ﷺ پر اعتقاد کیسے رہے گا مجھے ڈر ہے کہ اس بد عقیدگی کی نحوست آسمانی آفات و بلیات اور قحط و وبا کی صورت اختیار نہ کر جائے۔ (باقی صفحہ آخر پر)

مادہ ہائے تاریخ سالِ قیامِ پاکستان

شاعرِ بے نظیر محمد عبدالقیوم طارق سلطانپوری

۱۳۶۶ھ	۱۹۴۷ء
اوجِ خورشید ادب مصطفیٰ	دیدہ زیب چراغ حقانیت
محب رسول عظیم	چراغ منیر شان محمد
عظیم کرم المجیب	ریاض علم و معرفت
صراط مجلس خیر الانام	اوج جہان عشق حضرت
جلوہ منظر اسلام	باغ فیوض اولیاء
رسول حق کا فیضان	خزینۂ نور معرفت مصطفیٰ
زیب وضیائے نعت	بام فیض حضور
جمال فیضان قرآن	سوغات اوج عشق
نشان حلاوت نعت	زیب نعت حضرت
ذکر رسول علیم	بازیب گلستان فیض سرکار
آئینۂ جمال روضۂ اطہر	بے بدل مرکز فیضان رسالت
جذبہ عشق محمد باکمال	خوبئ بستان معرفت طیبہ

تبصرہ کتب

نوٹ: تبصرے کے لئے دو کتابیں ارسال کی جائیں

مؤلف: ڈاکٹر سید حامد حسن بلگرامی　عنوان: تنویر سحر

تاریخ اشاعت: ۹ ذوالحجہ ۱۴۲۰ھ　صفحات: ۳۵۱

قیمت ۱۰۰ روپیہ

پبلشر: ڈاکٹر حفیظ قریشی، سچل انجینئرنگ ورکس ۱۰۷ منزل ہفتم بزنس ایونیو شاہراہ فیصل کراچی۔

تبصرہ نگار: سید محمد انور شاہ قادری

گرامی قدر علامہ ڈاکٹر سید حامد حسن بلگرامی رحمۃ اللہ علیہ دنیائے علم وادب کی ایک ایسی مایہ ناز شخصیت تھے جو قدیم جدید علوم پر یکساں مہارت رکھتے تھے، آپ کی تمام عمر تعلیم وتدریس اور تصنیف وتالیف میں بسر ہوئی۔ جامعہ اسلامیہ بہاولپور کے رکٹر اور بین الاقوامی مرکز تعلیم جامعہ ملک عبدالعزیز جدہ (سعودی عرب) اور لندن یونیورسٹی میں معلم کی حیثیت سے خدمات انجام دیتے رہے۔ کئی کتابیں قلم بند فرمائیں جن میں سے فیوض القرآن (قرآن مجید کا توسیعی ترجمہ) اور نورِ مبین (سیرت نبویہ صلی اللہ علیہ وسلم) کو دینی وعلمی حلقوں میں بے پناہ مقبولیت حاصل ہوئی۔ آپ سلسلہ طریقت میں جلیل القدر بزرگ حضرت بابا عبیداللہ درانی رحمۃ اللہ علیہ (بانی انجینئرنگ یونیورسٹی پشاور) کے دست گرفتہ تھے۔

زیرِ نظر کتاب روایتی اندازِ ترتیب ابواب سے ہٹ کر چوبیس خطوط پر مشتمل ہے جن میں نوجوانانِ ملتِ اسلامیہ کو مخاطب کیا گیا ہے۔ حصہ اول میں بارہ خط شامل ہیں جس میں اسلام کا تعارف نہایت آسان اور عام فہم الفاظ میں کیا گیا ہے اور دین اسلام کے آغاز سے لے کر تکمیل تک کا خاکہ پیش کیا گیا ہے۔ اس سلسلہ میں انبیاء سابقین کا ذکر کرتے ہوئے وضاحت کی گئی ہے کہ اسلام کے بنیادی اصول توحید ورسالت اور آخرت ہمیشہ ایک رہے البتہ ہر دور کی ضروریات اور تقاضوں کے پیش نظر عام اصولوں میں کمی بیشی ہوتی رہی اور اس کی تکمیل آقائے نامدار سید المرسلین خاتم النبیین احمد مجتبیٰ حضرت محمد مصطفی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمائی۔

دوسرے حصہ میں بھی بارہ خطوط ہیں جن میں اسلام کے مختلف گوشوں پر روشنی ڈالی گئی ہے۔ ان گوشوں کی نقاب کشائی کرتے ہوئے قرآن مجید اور سیرت طیبہ ﷺ سے بھرپور استفادہ کیا گیا ہے اور حضور پاک ﷺ کے اسوہ حسنہ کی مزید وضاحت کے لئے امہات المؤمنین، صحابہ کرام، اہل بیت اطہار اور اولیائے کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم ورحمت اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین کی سوانح حیات کے اجمالی نمونے پیش کیے گئے ہیں اسی ضمن میں مدیر اعلیٰ الحسن "حضرت مولانا سید محمد امیر شاہ قادری گیلانی مدظلہ العالی کا ذکرِ خیر صفحہ ۲۴۴-۲۴۶ پر بڑے محبت بھرے انداز میں کیا گیا ہے۔

اس حصہ دوم میں علم کی فضیلت و عظمت کا خصوصی ذکر کیا گیا ہے اور اس موضوع پر مغربی دانشوروں کے افکار و خیالات بھی پیش کیے گئے ہیں۔ رائج الوقت عصری تعلیم کی اہمیت و افادیت بیان کی گئی ہے لیکن ساتھ ساتھ اس کی خامیوں اور کمزوریوں کی بھی نشاندہی کی گئی ہے کیونکہ اس کی تمام مساعی جمیلہ کا مرکز و محور مادہ ہے اگرچہ انسان کی جسمانی و عقلی ضروریات کی فراہمی کے لئے اس تعلیم نے کارہائے نمایاں انجام دیے لیکن روحانی تقاضوں کو پس پشت ڈالنے کے باعث یہ شخصیت کی تعمیر و تکمیل سے عاری ہے۔ چنانچہ اس مقصد کے لئے اسلامی تعلیم کی مسلمہ اہمیت بڑے دل نشین انداز میں بیان کرتے ہوئے تعلیم کا اسلامی نصب العین اور تعمیر شخصیت کے خط و خال کی وضاحت کی گئی ہے جس کی موجودہ دنیا کو اشد ضرورت ہے۔

اگرچہ اس کتاب کا مطالعہ ہر عمر کی خواتین و حضرات کے لئے مفید ثابت ہو سکتا ہے لیکن بلگرامی صاحب نے خاص طور پر ملت اسلامیہ محمدیہ ﷺ کے نوجوانوں کو مخاطب کر کے تحریر فرمائی جس کا اظہار آپ نے ان الفاظ میں کیا ہے۔

"چند خطوط جو ایک دردمند قلب نے نوے سال کی عمر میں اپنے ستر برس کا تعلیمی نچوڑ اپنے عزیز طالبعلموں و طالبات اور امت مسلمہ کے شگفتہ پھولوں کے لئے دین اسلام کے متعلق سپرد قلم کردیے اس امید کے ساتھ کہ کیا عجب ہے کہ اس خزاں رسیدہ دور کے مستقبل کے لئے یہ مژدہ بہار بن جائے"۔

کتاب کی معنویت کے ساتھ ساتھ پبلشر ڈاکٹر حفیظ قریشی صاحب نے کمپیوٹر کمپوزنگ،

سفید کاغذ، عمدہ طباعت اور مضبوط جلد بندی کے ذریعہ ظاہری حسن کا بھی پورا پورا اہتمام کیا ہے اسلام کی حقیقی روح کو سمجھنے، اس پر عمل کرنے اور اخلاق و کردار کو سنوارنے کے لئے نوجوانانِ ملت کو یہ کتاب بہترین رہنمائی فراہم کر سکتی ہے۔

اس گراں قدر کتاب کی وسیع پیمانے پر اشاعت کی ضرورت ہے تاکہ یہ وطنِ عزیز کے ہر نوجوان کے ہاتھوں تک پہنچ سکے اور بلگرامی صاحب کا درد بھرا پیغام عام ہو۔ اس سلسلہ میں "تنویرِ سحر" کا ایک سستا ایڈیشن نیوز پرنٹ پر شائع کیا جانا چاہیے جو مطلوبہ مقاصد پورے کرنے میں معاون ثابت ہو سکتا ہے۔

بقیہ: محبوب الٰہی ؒ

ہجرت کا حکم: آپ کو دہلی سے ہجرت کا حکم بھی دیا گیا مگر آپ نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے ہمیں رسالت مآب ﷺ کے دین کی اشاعت پر مامور فرمایا ہے۔ بادشاہ کو حق حاصل ہے کہ وہ ہمیں نکالے۔ الغرض وہ تمام طاغوتی قوتیں جو دینِ اسلام کی ترویج و اشاعت میں حائل ہوئیں تائیدِ الٰہی کے سبب پاش پاش ہو گئیں۔ اس آفتابِ ولایت کے سامنے کسی قسم کی کوئی تاریکی اپنا وجود برقرار نہ رکھ سکی۔ چھ سال بعد سلطان غیاث الدین تغلق کے فرزند اور جانشین محمد تغلق نے دلی کو خالی کر دیا اور دیوی گری منتقل ہونے کا فرمان جاری کر دیا۔ محمد بن قاسم تاریخ فرشتہ میں رقمطراز ہے کہ دار الخلافہ کی تبدیلی کی وجہ سے دلی تباہ و برباد ہو گئی اور قطب الدین مبارک شاہ اپنے منظورِ نظر غلام خسرو خان کے ہاتھوں قتل ہوا۔ غیاث الدین بلبن اور شاہ معز الدین کیقباد کو عقیدت کے باوجود شرف باریابی حاصل نہ ہو سکا۔

سماع اور وجدانی کیفیت: روح کو تازگی فراہم کرنے کے لئے اکثر سماع کی محافل میں شرکت فرمایا کرتے تھے اور جب بھی عارفانہ اشعار آجایا کرتے تھے تو وجدانی کیفیت طاری ہو جاتی تھی۔ کہتے ہیں کہ ایک دفعہ کسی قوال نے یہ شعر پڑھا تو زار و قطار رونے کا عالم تھا

در کلبۂ درویش، در محنت بے خویشی بگزار مرا باہم، ہر سو مکن افسانہ

(جاری ہے)